



## THE ROLE OF THE URDU LANGUAGE IN PROMOTING PAKISTAN'S POLITICAL AND NATIONAL SOLIDARITY

پاکستان کی سیاسی و قومی یکجہتی کے فروغ میں اردو زبان کا کردار

**Ali Rehman**

Research Scholar

Department of Political Science

Federal Urdu University Arts, Science & Technology Karachi

[ali.rehman.11211@gmail.com](mailto:ali.rehman.11211@gmail.com)

### ABSTRACT

Urdu is the national language of Pakistan and plays a significant role in promoting political and national solidarity in the country. Language serves as a unifying force that brings together people from different linguistic and cultural backgrounds and fosters a sense of shared identity and belonging. One of the main ways in which Urdu promotes political and national solidarity is through its use as a medium of communication across the country. Urdu is widely spoken and understood in Pakistan, and its use as an official language ensures that people from all regions of the country can communicate effectively with each other. This helps to promote a sense of unity and understanding between different groups, which is essential for building a strong and cohesive nation. In addition to its role as a medium of communication, Urdu also has a rich literary and cultural heritage that is deeply intertwined with the history and identity of Pakistan. Urdu poetry, literature, music, and art have played a significant role in shaping the country's cultural landscape and providing a shared cultural identity for its people. Furthermore, using Urdu in political discourse and media plays a crucial role in promoting national unity and solidarity. Political leaders and media outlets use Urdu to communicate with the public. The language is often used to express nationalistic sentiments and promote a sense of pride in Pakistan's culture and heritage. Urdu plays a vital role in promoting Pakistan's political and national solidarity by serving as a unifying force that brings together people from different regions and cultural backgrounds. Its use as a medium of communication, its rich literary and cultural heritage, and its role in political discourse and media all contribute to fostering a sense of shared identity and belonging among Pakistanis.



## KEYWORDS

*National Language, Urdu, National Integrity, Unity, Cultural Identity, Communication.*

### تعارف

نسل انسانی کی فطری یا اصلی زبان کے بارے میں قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ ہے یا نہیں لیکن لوگوں نے زبان کی اصلیت جاننے کے لیے کئی تجربات کیے۔ مثال کے طور پر مغل بادشاہ اکبر نے چند بچوں کو ایک ایسے گھر میں پالا جہاں صرف گوئگے بہرے ان کی خدمت کرتے تھے، اور کسی انسانی آواز کو ان تک نہ پہنچنے دیا گیا۔ جب یہ بچے جوان ہوئے تو بولنے کے قابل نہ تھے۔ بھیڑیے یا دوسرے جانوروں کے درمیان جو بچے پروان چڑھتے ہیں وہ کسی انسانی زبان بولنے کے قابل نہیں ہوتے، بلکہ جانوروں جیسی آوازیں نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، شاید انسانوں کے پاس کوئی فطری یا اصلی زبان نہیں ہے۔ وہ محض اپنے ارد گرد بولی جانے والی زبان کو سن کر سیکھ لیتے ہیں۔ (رحمن، ۲۰۱۷) زبان بنیادی طور پر انسان کی معاشرتی ضروریات پوری کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ زبان نہ ہو تو سارا معاشرہ گوئگا اور بہرہ ہو جائے نہ کوئی کسی سے بات کرے اور نہ کوئی کسی کی بات سنے نہ تعلقات استوار ہو اور نہ ہی ثقافت ترقی کرے۔ اور انسان کے لیے زندگی گزارنا دو بھر ہو جائے۔

ایک انسان دوسرے انسان کے تجربات، خیالات، محسوسات اور جذبات کا اظہار زبان ہی کے ذریعے کرتا ہے اور اسی عمل سے اس کے طرز فکر و عمل میں مماثلت پیدا ہوتی ہے طرز فکر و عمل کی یہی مماثلت کسی معاشرے میں تہذیبی و معاشرتی یکجہتی پیدا کر کے ایک مشترکہ ثقافت کو جنم دیتی ہے۔ (جالبی، ۲۰۰۸) ملک و قوم کی ترقی کا دار و مدار زبان پر ہے۔ قوم کی ذہنی تعمیر و ترقی میں زبانوں کا کلیدی کردار ہوتا ہے زبان تہذیب و ثقافت کی انسانی قدروں اور انسانیت کو فروغ عطا کرتی ہے۔ زبانوں میں ملک و قوم کا مشترکہ ثقافتی اثاثہ پوشیدہ ہوتا ہے زبان نہ صرف تہذیب و تمدن اور متحدہ اتفاق و اتحاد کے فروغ پر زور دیتی ہے بلکہ قوموں کی نشوونما اور شناخت میں زبان کی بڑی اہمیت و کردار ہے۔ بقول عکسی مفتی: "قوموں کی نشوونما اور شناخت میں زبان کی بڑی اہمیت ہے۔ یوں کہتے ہیں کہ زبان ہی سے اجتماعیت کا احساس ہوتا ہے۔ زبان ہی سماجی ارتقاء کا وسیلہ ہے۔" (مفتی، ۲۰۱۳) زبان کو واضح طور پر سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل ماہرین لسانیات کی چند تعریفوں کو پیش کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر گیان چند جین نے زبان کی تعریف پیش کی ہے، وہ لکھتے ہیں: کہ "زبان بلفصد، من مانی، قابل تجزیہ، صوتی علامات کا وہ نظام ہے جس کے ذریعے ایک انسانی گروہ کے افراد اپنے خیالات و جذبات کی ترسیل باہمی کرتے ہیں۔" (جین، ۱۹۸۵)

ایف، ڈی، ساسور، زبان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے: "زبان خیالات کے اظہار کرنے والی علامتوں کا نظام ہے۔" اے۔ ہل لکھتا ہے کہ "زبان انسانی عمل کی ابتدائی عمل کی ابتدائی لیکن خاصی مکمل صورت ہے۔ اس کی علامتیں اعضاء نطق سے ادا ہونے والی آوازوں سے تشکیل پاتی ہیں اور مختلف زمروں اور سانچوں میں ترکیب پا کر پیچیدہ لیکن متوازن ساخت کو جنم دیتی ہیں۔ علامتوں کے سیٹ (Sets) کو زبان کے وجود سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ان سے معنی و مطلب مراد لیے جاتے ہیں لیکن علامت اور معنی کا باہمی ربط اور رشتہ حقیقی اور منطقی نہیں ہوتا بلکہ اختیاری، مفاہمانہ اور متفق ہوتا ہے۔ لسانی گروہ کی ماضی کے تابع ذہنوں میں سفر کرتا رہتا ہے۔ یہ علامتیں بیک وقت خارجی محرکات کی قائم مقام بھی بن جاتی ہیں اور تاثرات اور جوابی عمل کی بدل بھی اور مزید محرکات اور تاثرات کی داعی ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے بات چیت فوری طبعی



محرک کی پابند نہیں رہتی۔ زبان کی ساخت اتنی کامل اور اجزا اتنے مکمل ہوتے ہیں کہ بولنے والے کے لیے ہر قسم کے ذہنی و جذباتی تجربوں کو لسانی ڈھانچوں میں ڈھالنے کے امکانات مہیا ہو جاتے ہیں۔"

جی۔ رے۔ ویر کی تعریف جامع ہے، وہ لکھتا ہے کہ "زبان ایک ذریعہ ہے جو با معنی ترکیبوں میں ظاہر ہونے والی ان متعدد آوازوں کا سہارا لیتا ہے جو علامتی ڈھانچے ترکیب دیتی ہیں۔ اس کے ذریعے سے خواہشات اور موضوعی و معروضی طور پر ادراک کیے گئے حقائق کا اظہار و ابلاغ کیا جاتا ہے اور خیالات و افکار کی تدوین کی جاتی ہے۔ اسے باہمی افہام و تفہیم، ذہنی رابطوں، غور و فکر، شعور و آگہی کے لیے تجسس کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ (نعمت اللہ، ۲۰۰۰)

زبان کی ان تعریفوں کے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ زبان مختلف لفظی آوازوں پر مشتمل نظام ہے، جس کا تعلق انسان کی زبان سے ہے۔ انسان نے اپنی ایجادات میں دیگر پیش بہا ایجادات کے علاوہ جو قابل تحسین ایجاد کی اور جس کے بل بوتے پر ترقی کی کئی منازل طے کیں وہ زبان ہی ہے۔ انسان کی طویل تہذیبی تاریخ میں سب سے زیادہ قابل تعریف کارنامہ زبان کی ایجاد ہے۔ زبان زندگی کے لیے ہوا اور پانی کی طرح ناگزیر تو نہیں ہے لیکن انسان کی سماجی اور انفرادی ضرورتیں بھی اس کے بغیر پوری نہیں ہو سکتیں، زبان ہی کے ذریعے انسان اپنے خیالات، جذبات اور احساسات کی ترسیل کرتا ہے۔ اپنی سماجی، معاشی اور معاشرتی ضرورتوں کی تکمیل بھی زبان کے وسیلے سے کرتا ہے۔ (احمد، ۲۰۱۳) یہ بتانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے کہ زبان کب پیدا ہوئی، ممکن ہے انسان کے وجود میں آنے کے ساتھ ساتھ زبان کا وجود ممکن ہو اہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ زبان آج کی کسی ترقی یافتہ زبان کی پیش رو رہی ہو ممکن ہے ابتداء میں انسان نے اپنے سماجی اور معاشی ضرورتوں اور اپنے جذبات کے لئے کچھ آوازیں نکالی ہوں گی اور وہی آوازیں آہستہ آہستہ کسی زبان کی ایجاد کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ہوں۔

### اردو زبان کا آغاز و ارتقاء (مختصر تاریخی جائزہ):

ہندوستان میں مسلمانوں کے آمد سے تاریخ کا ایک بالکل نیا دور شروع ہوا۔ حکومت کے طور طریقوں میں فرق آیا تہذیب کے خاکے میں نئے رنگ ابھرنے شروع ہوئے، رہن سہن، رسم و رواج اور بول چال میں بڑی بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں بتدریج ایک نیا تمدن ظاہر ہوا جو زمانے کے ساتھ ساتھ نکھر تا سنور تا اور مضبوط ہوتا گیا۔ اس زبردست اور ہمہ گیر تہذیبی انقلاب میں زبان کا بڑا درجہ اور ادب کی بڑی حیثیت ہے، سماج میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں وہ زبان و ادب میں خاص شان و اثر کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں۔ (قریشی، ۱۹۶۹) اردو زبان کے رشتے اگرچہ برصغیر پاک و ہند کی قدیم مقامی بولیوں کے ساتھ وابستہ ہیں لیکن اسے باوقار ادبی زبان بنانے میں برصغیر کے مسلمانوں نے اہم کردار ادا کیا۔ اس زبان نے ابتدائی دور میں مسلمانوں کے ساتھ شمال سے جنوب کی جانب سفر کیا۔ (سدید، ۱۹۹۱) اردو قدیم ہند کی آریائی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی سیدھا کھڑا ہوا، اوپر کی جانب اور بلند وغیرہ کے ہیں۔ یونانی میں یہ لفظ اُور ٹھوس، لاطینی زبان میں آرڈوٹس (بلند) اور رگ وید میں اوردھو بولا جاتا ہے، (سہیل بخاری) جبکہ یہ لفظ آج بھی ترکی زبان میں اُردو (ORDU) کی صورت میں انہی معنوں میں مروج و مستعمل ہے۔ جیسے فوجی کلب کے لیے "اُردو ایوی" کی اصطلاح، شاہی لشکر کے لیے "اُردوئے مرکزی"، فوجی ہیڈ کوارٹر کے لیے "اُردو قادیسی" اور انہیں معنوں میں اُردو سے مرکب دوسری اصطلاحیں رائج ہیں۔ (نوق، ۱۹۸۶) اسی طرح ترکی کی جدید لغات میں اُردو کے معنی اُردو زبان کے بھی بتائے جاتے ہیں اور "ORDU" ہی نے یہاں "URDU" کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اُردو مسلمانوں کی ہند میں آمد سے پہلے بھی دہلی میں بولی جاتی تھی۔ اس کا قدیم نام کیا تھا یہ بتانا مشکل ہے لیکن یہ



بات یقینی ہے کہ اس کو اردو مسلمانوں کی آمد کے بعد سے کہا گیا۔ (سہزوری، ۱۹۶۱) اردو زبان کی تاریخ ایک طرح سے ہندوستان کے ہزار سالہ دور کی داستان ہے۔ اسی زمانے میں ہندوستان کی دوسری جدید زبانوں کی بھی توسیع ہوئی۔ اس ہزار برس میں ہندوستانی معاشرہ عروج و زوال اور تغیر کے جن ادوار سے گزرا اس کا اثر یہاں کی ہر زبان اور ادب پر پڑا، کسی پر کم کسی پر زیادہ یعنی تاریخی اور ثقافتی صورت حال نے کسی زبان یا بولی کو آگے بڑھایا اور کسی کی باڑھ روک دی۔ ہندوستان کی تاریخ سے یہ بات واضح ہے کہ آریائی زبانوں کے دور سے پہلے یہاں دراوڑی زبان اور ثقافت کو بڑا عروج حاصل ہوا تھا جس میں آسٹریک، دراوڑ اور دوسری قوموں کی بولیوں اور تہذیبوں کی آمد سے اٹھنے والی لہریں بھی دیکھی جاسکتی ہیں، غالباً یہ کہنا ٹھیک ہو گا کہ دراوڑ ثقافت نے سابقہ ثقافتوں کی بہت سی خصوصیات کو اپنے اندر سمیٹ لیا تھا۔

آریا قوم کا اپنی بولیوں کے ساتھ ہندوستان میں ان دراوڑی زبان کے عروج کے بعد ملک کی تاریخ میں دوسری اہم تبدیلی تھی۔ ان کے بعد ویدک تہذیب نے اہمیت اختیار کر لی جس کا اظہار سنسکرت زبان میں ہوا۔ ہندوستان کی پوری تاریخ میں یہ دانشوروں اور اعلیٰ طبقے کے تعلیم یافتہ افراد کی زبان رہی، کبھی بول چال اور عام استعمال کی زبان نہ بن سکی۔ اس کا عروج صرف مذہب سے وابستہ رہا اسی لیے جب ہندوستانی سماج میں مذہبی تغیرات ہوئے تو سنسکرت کو بھی پیچھے ہٹنا پڑا اس کو سب سے بڑی چوٹ اس وقت لگی جب مذہب اور جمین متوں نے جنم لیا اور ہندوستانی زبانوں کی تاریخ میں سنسکرت کے علاوہ پر اکرت (مقامی زبانوں کا مجموعہ) کو بھی بڑھنے اور پھیلنے کا موقع ملا۔ (حسین، ۱۹۹۹)

اٹھارویں صدی عیسوی میں محمد بن قاسم کے حملے سے مسلمان سندھ میں پہنچے ہیں، اسی لیے قیاس یہی ہے جس کو ہم آج اردو کہتے ہیں اس کا ہوا اسی وادی سندھ میں تیار ہوا ہو گا۔ (ڈاکٹر کے۔ ایس۔ بیدی) حافظ محمود شیرانی کا استدلال یہ ہے کہ محمود غزنوی (۱۰۳۰-۷۹۹ء) کے حملوں سے مسلمانوں کا پنجاب سے رابطہ شروع ہوتا ہے۔ محمود غزنوی نے پنجاب کے ہندو راجہ کی مسلسل بد عہدیوں سے تنگ آکر ۱۰۲۲ء میں اسے غزنی حکومت میں شامل کر لیا۔ بعد ازاں ۱۱۹۳ء میں جب قطب الدین ایک نے دہلی پر قبضہ کیا۔ تو پہلی مرتبہ مسلمانوں نے پنجاب سے باہر قدم نکالے لیکن ایک دوسرے سے رابطے میں رہے۔ اس دوران میں بعض صوفیاء کی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے اسلام کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ یوں مذہب، سیاست اور ثقافت غرض یہ کہ ہر لحاظ سے پنجابی اور فارسی باہم آمیزش ہوتی گئیں۔ جس نے اس بولی کی صورت اختیار کی جو بالآخر اردو زبان کہلائی۔ (اختر، ۱۹۷۱) اردو زبان کی ترویج میں اس وقت ایک نیا موڑ آیا جب مغل دارالحکومت شاہ جہان کے زمانے میں آگرہ سے دہلی منتقل ہوا۔ اس منتقلی نے اردو کو اپنی نشوونما کا نادر موقع فراہم کیا جدید تحقیق کے مطابق شاہ جہان کے دور کے شاعر چندر بھان برہمن کا ذکر ملتا ہے اور محققین برہمن کی غزل کو اردو کی پہلی غزل قرار دیتے ہیں۔ چندر بھان برہمن کی پیدائش ۱۵۷۳ء میں بتائی جاتی ہے جبکہ اس کا انتقال ۱۶۶۲ء میں ہوا۔

اردو کے اولین دیگر شعری نمونوں میں محمد افضل پانی پتی کی مثنوی "بکت کہانی" کے علاوہ شاہ سید برکت اللہ مارہروی کا کلام "ریختہ" بھی موجود ہے۔ نثر میں جو تصانیف ملتی ہیں ان میں میر عبدالواسع بانسوی کی غرائب اللغات ہے جو اردو ادب کی پہلی لغت سمجھی جاتی ہے جسے بعض تصحیح کے ساتھ خان آرزو نے نورالفاظ کے نام سے پھر مرتب کیا۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے ساتھ ساتھ اردو زبان و ادب کا فروغ ہوتا رہا۔ اس ضمن میں دہلی کالج اور وہابی مصنفین کی تصانیف سرسید تحریک کی سلیس نثر کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔ اس سے قبل نورث ولیم کالج جو گل کرائسٹ کی سربراہی میں قائم ہوا تھا، نے اردو نثر کو جدید خطوط پر استوار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اسی زمانے میں انگریزی اور دیگر زبانوں کے الفاظ اردو میں داخل ہونے لگے تھے۔ (ڈاکٹر ریاض احمد)



بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے بغیر اردو کی تاریخ نامکمل ہے، جنہوں نے اردو کو تناور درخت بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ مولوی عبدالحق نے اردو زبان کی ترقی کی ہمیشہ خواہش کی اور اس کے فروغ کے لیے ہر وقت مصروف عمل رہے۔ اس حوالے سے انہوں نے بہت سے عملی کام کیے۔ خصوصاً جب انہیں محکمہ تعلیم کی اہم ذمہ داری بطور مہتمم تعلیمات اورنگ آباد ملی، تو انہوں نے تعلیم کے میدان میں اردو کے فروغ کے لیے بھرپور کوشش کی اس حوالے سے نئے مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا اور پہلے سے موجود مدارس میں اردو کی تعلیم کی خصوصی مواقع پیدا کیے گئے۔ (عباس، ۲۰۱۰) دراصل مولوی عبدالحق اردو زبان کے فروغ اور تحفظ کے لیے مختلف ذرائع کو بیک وقت استعمال کر رہے تھے۔ اس حوالے سے انجمن ترقی اردو کا پلیٹ فارم ان کے لیے بہترین محاذ ثابت ہوا۔ انہوں نے بہترین افرادی قوت کے ذریعے یہاں سے نہ صرف اردو مخالف سیاسی اور حکومتی چالوں کو ناکام بنایا، بلکہ بہت سے ایسے عملی اقدامات کئے جن کے ذریعے وہ اردو کو اتنا طاقتور بنا دینا چاہتے تھے کہ اس کے مقابل کوئی اور زبان ٹھہرنہ سکے۔ چنانچہ انجمن ترقی اردو کے تحت پریس قائم کر کے کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ خصوصاً زبان و ادب کی قدیم کتابوں کو سامنے لایا گیا تاکہ اردو زبان کی بنیادوں کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

اسی طرح اشاعتی سلسلے شروع کیے گئے جن میں اردو کے لیے ایک معیاری لغت مرتب کرنے کا بہت بڑا منصوبہ بھی شامل تھا۔ اسی طرح اردو میں اصطلاحات کی کمی کو پورا کرنے اور اس حوالے سے موجود مسائل کے حل کے لیے باقاعدہ طور پر قواعد پر کام کرنا بھی اردو کے فروغ اور تحفظ کی انہی کوششوں کا حصہ تھا۔ (عبرین، ۲۰۰۹) الغرض ڈاکٹر مولوی عبدالحق اردو کے پہلے ادیب کہے جاسکتے ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی نہ صرف اردو زبان و ادب کی خدمت کی بلکہ تصنیف و تالیف میں بھی مصروف رہے، بابائے اردو کی انہی کاوشوں نے اردو کو دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔

### تحریک پاکستان اور اردو زبان:

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ۱۹۴۶ء کا سال سیاسی جوڑ توڑ، جماعتی اختلافات اور نحوں ریزی کے لیے یادگار رہے گا۔ ساتھ ساتھ اردو دشمنی کی جدید ترین تحریکات اپنی نوعیت اور حیثیت کے اعتبار سے تادیر کانٹے کی طرح کھٹکتی رہیں گی۔ ۲۳ مارچ "یوم پاکستان" برطانیہ کا وزارتی مشن ہندوستان پہنچ گیا اور سیاسی گفت و شنید کا آغاز ہوا۔ مسلم لیگ نے ۳۱ مارچ کے انتخابات میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی، ۱۷ اپریل کو ہندوستان کی نئی اسمبلیوں کی لیگی ممبروں کا اجتماع دہلی میں اس عزم کا اظہار تھا کہ مسلمانوں کا مقصد نظریہ پاکستان ہے۔ (ظفر الحسن، ۱۹۹۵) دنیا میں قوموں کے لیے ان کی زبان حریت کی علامت ہے، محبت کا پیغام ہے اور علم کی نشانی ہے۔ ہمیں بھی محدود مفادات سے بالاتر ہو کر، تعصبات سے دامن چھڑا کر اگر قومی زندگی میں آزادی کی نعمت کے ادراک کی توفیق ملے تو پھر ہمیں اس حقیقت کے شعور میں بھی زیادہ وقت نہیں لگے گا کہ قوموں کی زندگی میں قومی زبان مرکزی اور محوری اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔

۲۸ اگست کو محمد علی جناح کا پیغام عید مسلمانوں کو ان الفاظ میں دیا گیا کہ "اپنے آپ کو منظم اور مضبوط کرو اور یکجہتی اختیار کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے اور ہم یقیناً کامیاب ہوں گے۔" یکم ستمبر کو بمبئی (اب ممبئی) میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہوئے اسی طرح کے واقعات پورے ہندوستان میں شروع ہو گئے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب (مرحوم) لکھتے ہیں، "اردو نے ہر قومی تحریک اور خاص کر پاکستان کے بنانے میں بڑی مدد کی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی ابتدا ہی اردو تحریک سے شروع ہوئی ہے۔" (کاظمی، ۱۹۸۶) ۱۹۴۶ء میں انجمن کی چار نئی شاخیں علی الترتیب جبل پور



(سی۔ پی)، مدراس، علی نگر ضلع سارن (بہار) اور دیواس (مالوہ) میں قائم ہوئیں اور چند دیگر جدید شاخوں کے الحاق کی کاروائی آخری سال میں جاری تھی۔ اس طرح ۱۹۳۶ء تک انجمن کی شاخوں کی مجموعی تعداد ۶۹ تھی۔ انجمن ترقی اردو کے مسلسل پروپیگنڈے کے نتیجے میں مقامی اردو اہل حضرات نے دارالمطالعہ عام کے انتظام میں کافی حصہ لینا شروع کر دیا تھا، ۱۹۳۶ء تا ۱۹۴۷ء کا دور پُر آشوب تھا۔ سہیل عظیم آبادی انجمن ترقی اردو کے ایک ذیلی ادارہ چھوٹاناگ پور (بالسم ضلع اکولہ، برار) کا مہتمم تھا، اس کے حالات روز بروز ناسازگار ہوتے گئے اور انجمن ترقی اردو کی مالی حالت کمزور ہو چکی تھی، ہندوستان کی تقسیم سے کئی مسائل اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنے اس جدوجہد کی تفصیل ڈاکٹر سید حامد حسن کے نام ایک خط میں یوں بیان کی ہے، "میں انجمن ترقی اردو کے ایک ذیلی ادارہ چھوٹاناگ پور اردو مرکز ایک چھوٹا ادارہ تھا، میں اس کے تحت چھوٹے چھوٹے اسکول قائم کرتا تھا، سات سال میں لگ بھگ تین اسکول قائم کیے تھے لیکن ملک کی تقسیم نے سب کو ختم کر دیا۔ دہلی میں انجمن برباد ہو گئی مولوی صاحب پاکستان چلے گئے اور کوئی دلچسپی لینے والا نہیں رہا، مرکز کو بند کرنا پڑا۔" (ظفر الحسن، ۱۹۹۵ء) بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب کے پاکستان آنے کا سبب یہ تھا کہ ان کے خیال میں ہندوستان کی بہ نسبت پاکستان میں اردو کا مستقبل زیادہ تابناک ہے۔ وہ ساری زندگی ایک نکاتی پروگرام، ترقی اردو پر عمل پیرا رہے۔ ان کے نزدیک ان کا وطن وہ تھا جہاں ان کی زبان محفوظ ہو۔ پاکستان پہنچ کر وہ اردو کی ترویج و ترقی میں لگ گئے اور بڑی کوششوں کے بعد انہوں نے کراچی میں اردو کالج قائم کیا۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے اپنی سیاسی بصیرت اور عوام کے تعاون سے قوم کے لیے جس مملکت کی تعمیر کی تھی اس کے تقاضوں کا انہیں پوری طرح احساس تھا اور وہ اس بات کا بھی گہرا شعور رکھتے تھے کہ یہ ایک قوم ہے جس کے لیے یہ وطن حاصل کیا گیا ہے۔ ایک زبان اس کی بنیادی ضرورت ہے جو لوگوں کو ایک رشتے میں منسلک کر سکے اور جو ان کے لیے وحدت، یکجہتی اور یکگت کی بنیاد بن جائے۔ چنانچہ انہوں نے واضح طور پر ایک بار نہیں کئی بار یہ اعلان کیا کہ اس نئی مملکت پاکستان کی قومی زبان صرف اردو ہوگی۔

### پاکستان کی مختلف علاقائی زبانیں اور اردو زبان کا مقام:

"زبان انسان کی سماجی اور معاشرتی ضرورتوں کی ایجاد ہے ہر زبان اپنی ارتقائی منزل میں سماجی زندگی ہی کے سہارے طے کرتی ہے اور اس کے زیر اثر اس کی صورت اور معنی میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ جس طرح افراد یا کسی قوم و ملک کے لیے ضروری کہ وہ نہ صرف اپنے ہمسایہ ملکوں یا قوموں سے بلکہ دور دراز کے ملکوں اور قوموں سے بھی زیادہ سے زیادہ تعلقات و روابط قائم کرے۔ کسی زندہ زبان کے لیے بھی ضروری ہے کہ دوسری زبانوں سے اس کا ربط و ضبط بڑھتا رہے جس سے ایک دوسرے سے استفادہ اور ترجمے کی راہیں کشادہ ہوتی رہیں۔" (فتح پوری، ۱۹۸۸ء) اس کے بغیر نہ کوئی قوم قومی اور بین الاقوامی مسائل میں اپنا کردار ادا کر سکتی ہے اور نہ کوئی زبان، اس لیے زبانوں کا ایک دوسرے سے استفادہ کرنا ناگزیر ہے۔ اسی لیے دنیا کی ترقی یافتہ زبانیں بھی اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ دوسری زبانوں کے اثرات یا الفاظ سے متاثر نہیں۔ اردو زبان بھی اس قانونِ فطرت سی مستثنیٰ نہیں بلکہ اس کی تو بنیادی ہی اس پاس کی مختلف زبانوں یعنی پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی اور سرائیکی وغیرہ کے اشتراک پر رکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ عربی، فارسی، ترکی اور انگریزی کے بھی بے شمار الفاظ اردو زبان میں شامل ہیں اور آج وہ اپنے مزاج و ساخت کے لحاظ سے زبانوں کی ایک ایسی انجمن ہے جس میں ہر زبان کی شرکت کے دروازے وارہتے ہیں۔

اردو اور علاقائی زبانوں کا رشتہ دراصل ایک ہی زمین، ایک ہی انداز فکر کا رشتہ ہے۔ دور حاضر سے لے کر قدیم زمانے تک کی تحقیق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اردو اور علاقائی زبانیں ایک دوسرے کی حریف و رقیب نہیں بلکہ عزیز و رفیق ہیں۔ اردو، بلوچی، سندھی، پنجابی، پشتو، سرائیکی سب ایک ہی



تہذیب کی پروردہ ہیں۔ ان کے ظاہری خدو حال ایک دوسرے سے الگ سہی لیکن باطن میں ایک دوسرے سے قریب ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ علاقائی زبانیں ایک دوسرے سے اپنے باہمی رشتوں کو سمجھیں۔ علاقائی زبانیں سب اپنی جگہ اہم ہیں اور ان سب کا حلقہء اثر اپنے علاقے تک محدود ہے، اس کے برعکس اردو زبان ہر علاقے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اس کا علمی اور ادبی سرمایہ بھی علاقائی زبانوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ اس لیے اسے پاکستان میں قومی زبان کا درجہ دیا گیا ہے۔ (فتح پوری، ۱۹۸۸) اس لیے اردو پر پشاور سے لے کر کراچی تک سب کا یکساں حق ہے۔ قومی زبان کسی خاص علاقے یا گروہ کی زبان نہیں پوری قوم اور پورے ملک کی زبان ہوتی ہے۔ ہر معاشرہ اپنی ایک الگ قدر رکھتا ہے، ان اقدار کو بروئے کار لاکر معاشرتی ہم آہنگی قائم کی جاسکتی ہے۔

قومی زبان کے علاوہ کتنی زبانیں ہیں جس کو اپنے علاقائی تشخص کے ساتھ رکھا جائے جس سے پاکستان مضبوط سے مضبوط تر کی طرف گامزن ہو سکے گا۔ پاکستان دوسرے معاشروں سے مختلف ہے۔ یہاں ہر علاقے کی اپنی زبان ہے سندھ میں سندھی، پنجاب میں پنجابی، خیبر پختون خوا میں پشتو، بلوچستان میں بلوچی، ان کے علاوہ بھی کئی زبانیں بولیں جاتیں ہیں۔ (جالبی، ۲۰۰۸) ان میں ہر ایک زبان دوسری زبان بولنے والے کے لیے اجنبی ہے یہ ساری زبانیں اپنے علاقوں تک محدود ہیں اور ان میں سے کوئی ایک زبان ایسی نہیں ہے جیسے قومی سطح پر ابلاغ کا ذریعہ بنا سکیں۔ ایسے میں مقامی و علاقائی زبانوں کے ساتھ قومی زبان کو بھی فروغ دیں۔ جدوجہد آزادی کی تاریخ پر نگاہ ڈالے تو برصغیر کے مسلمانوں میں جذبہ آزادی اور اجتماعی تشخص پیدا کرنے میں اردو کا تاریخ ساز کردار ہے۔

دراصل یہ ایسی حقیقت کا برملا اعتراف تھا جبکہ قائد اعظم نے انگریزی زبان میں تقریریں کیں لیکن قیام پاکستان کے بعد واضح الفاظ میں اعلان کیا کہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہے۔ زبان قوموں کی اجتماعیت کا نہایت اہم وسیلہ ہے اور پاکستان میں اس کی خصوصی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ (کاظمی، ۱۹۸۲) زبانوں ہی کے ذریعے سے قوموں میں احساسات کا شعور بیدار ہوتا ہے قومیں اپنی زبان میں سوچتی ہیں، غور و فکر کرتی ہیں۔ قلب اور نظر کی بیداری میں اپنی زبان سے جو کام لیا جاسکتا ہے وہ کسی دوسرے ذریعے سے ممکن نہیں، پاکستان میں علاقائی زبانیں بھی ہیں اور یہاں کی اردو قومی زبان بھی ہے دونوں کا ہماری اجتماعی زندگی میں نہایت اہم کردار ہے۔

### قومی یکجہتی میں اردو زبان کا کردار:

قومی یکجہتی کا مطلب یہ ہے کہ مختلف علاقوں کے طرز فکر و عمل ایک بلند تر سطح پر اس طرح گھل مل گئے ہوں کہ ہر علاقہ اس سطح پر نہ صرف اپنی جھلک دیکھتا ہو، بلکہ مختلف عناصر کی اس نئی ترتیب میں زندگی بسر کرنے کا ایک نیا حوصلہ اور نئی قوت محسوس کرتا ہو۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو دیکھنے والے اس کے خاندان کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کی ناک بالکل باپ پر گئی ہے، آنکھیں بالکل ماں جیسی ہیں ہو ٹٹوں کی ساخت اور کتابی چہرہ دادا پر گئے ہیں اور پیشانی ماموں پر گئی ہے۔ اس ایک بچے میں مختلف عزیزوں کی شباهت موجود ہے لیکن بچہ اپنے عزیزوں سے مشابہ ہونے کے باوجود اپنی الگ شکل بھی رکھتا ہے۔ یہی مثال علاقہ اور ثقافت کی ہے جس میں زبانوں کا اہم کردار ہے اور ہر ثقافت کا اپنا اپنا رنگ و زبان ہوتا ہے۔ اس طرح یہ تمام مل کر ایک گلدستہ بن جاتا ہے۔ جس میں سب رنگ مل کر ایک وحدت کا احساس دلاتے ہیں۔ ہر قوم اپنے ثقافت و زبان سے پہچانی جاتی ہے جیسے جاپانی، چینی، انگریزی اور فرانسیسی ممتاز، زبان و ثقافت سے پہچانتے ہیں، اسی طرح ہماری بھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ "پاکستانی" بھی اپنی ممتاز ثقافت و زبان سے پہچانا جائے۔ (جالبی، ۲۰۰۸) پاکستان میں بیک وقت کئی زبانیں بولی اور سمجھی جاتیں



ہیں اور ہر زبان کی اہمیت اپنی جگہ ہے لیکن ایک قوم کے حیثیت سے ان تمام زبانوں کے احترام کے ساتھ ساتھ اردو زبان کو ملکی زبان کی حیثیت و اہمیت سے انکار ممکن نہیں اور اس کے بغیر شعوری طور پر پاکستان میں سیاسی و قومی یکجہتی کا حصول ممکن بھی نہیں ہوگا۔

زبان کے حوالے سے ہم اردو کے بجائے "پاکستانی" بھی استعمال کر سکتے ہیں اور "نح" رسم الخط کو رواج دیتے ہوئے بہت سے جمہوری رویوں کو بروئے کار لا کر زبان کو کچھ آسان بھی کر سکتے ہیں اس کے استعمال اور مقام استعمال کو بہر صورت تخصیص کرنا ہوگا۔ (سلیم، ۱۹۹۰) زبان محض اظہار خیال ہی کا نہیں، افزائش خیال کا بھی ذریعہ ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر زبان اپنا ایک مخصوص مزاج و کردار اور تاریخی و ثقافتی پس منظر رکھتی ہے۔ وہ ایک خاص ماحول اور زمانے میں پروان چڑھتی ہے اور اپنے زور پر آگے بڑھتی اور ترقی کرتی ہے۔ اس کے اشارے، تشبیہات، محاورات، ضرب المثال، اقدار و روایات اور علامات سب اس کے ثقافتی ماحول اور مرکز سے مربوط ہوتے ہیں۔

زبان اپنے ماحول کی عکاسی اور اپنی تاریخ کی ترجمان ہوتی ہے اور اپنے بولنے والوں کے درمیان اتحاد و اشتراک کا سب سے بڑا ذریعہ کسی انسانی گروہ کو باہم مربوط و منسلک رکھنے میں یہ وہی کردار ادا کرتی ہے جو ایک جزیئر اپنے ساتھ جڑے ہوئے تاروں میں برقی رو دوڑا کر انجام دیتا ہے۔ قومی زبان کسی قوم کے وجود و بقا اور اس کی ترقی کے لیے ناگزیر سمجھی جاتی ہے کہ اس کے بغیر قومی اتحاد اور قومی یکجہتی کا حصول ممکن نہیں ہے۔ (صلاح الدین، ۱۹۸۸) پاکستانی سیاست میں ثقافتی رنگ نمایاں نظر آتا ہے اور مختلف مقامی سیاسی پارٹیاں سیاسی عمل میں ہیں سیاسی پارٹیوں پر اس علاقے کا لسانی رنگ ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وہی علاقائی پارٹیاں پورے پاکستان پر اقتدار سنبھالے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ ہر پارٹی میں مقامی افراد کا ہونا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ سیاسی عمل میں مشترکہ رابطے کا عمل اور ذریعہ اظہار ہے جو پاکستانی قوم میں موجود ہے۔ ہر پاکستانی بحیثیت سیاسی کارکن اپنے اپنے علاقے سے تعلق رکھنے کے باوجود پاکستان کے کسی بھی سیاسی پارٹی میں شریک ہو کر ملک و قوم کی نمائندگی کر سکتا ہے اس سیاسی عمل میں مشترکہ صرف قومی زبان ہے کیونکہ علاقائی زبان ایک علاقے کے لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں جبکہ اردو زبان پاکستان کے ہر حصے میں باآسانی بولی اور سمجھی جاتی ہے جو پاکستان کی قومی اور رابطے کی زبان ہے۔

یام پاکستان کے بعد قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ کے مشہور خطاب میں فرمایا تھا کہ "سیاست کی واحد زبان کے بغیر کوئی قوم مضبوطی سے متحد نہیں رہ سکتی ہے نہ کام کر سکتی ہے۔" (bbc, 2017) اور پھر فرمایا کہ "پاکستان کی سرکاری زبان اردو اور صرف اردو ہوگی۔" (نوائے وقت، ۲۰۱۵) قائد اعظم محمد علی جناح اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ پاکستانی قومیت میں اردو کی حیثیت بنیادی اور کلیدی ہے۔ اردو ان کی مادری زبان تھی نہ علاقائی اور نہ وہ یہ زبان اچھی طرح بول سکتے تھے۔ ان کو جو بے مثال تاریخی اور سیاسی شعور اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا اس کی روشنی میں پاکستانی قومیت کے عناصر ترکیبی کو ان سے زیادہ بہتر کون سمجھ سکتا تھا۔

قائد اعظم محمد علی جناح نے خرابیء صحت کے باوجود انہوں نے مارچ ۱۹۴۸ء میں خود ڈھاکہ جا کر واضح طور پر اعلان کیا کہ آپ اپنے صوبے اور اپنے اپنے علاقوں میں اپنی صوبائی اور علاقائی زبانیں استعمال کریں، ان کے فروغ اور ترقی کے لیے کام کریں اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا مگر جہاں تک پاکستان کی قومی اور سرکاری زبان کا تعلق ہے، وہ اردو اور صرف اردو ہوگی۔ (یوسف، ۲۰۰۰)

اردو ہماری قومی یکجہتی کا واحد ذریعہ ہے۔ ہم اگر نظریہ پاکستان کے عناصر ترکیبی کا تجزیہ کرنا چاہیں تو ان میں چار چیزوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، اسلام کا پیغام، اقبال کا تصور پاکستان، قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت اور اردو زبان کا کردار۔ اردو ان تمام میں مشترکہ رابطے کا ذریعہ ہے۔ تحریک خلافت ہو یا تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت ہو یا تحریک نظام مصطفیٰ، اردو نے ہمیشہ قوم کو متحد و منظم کیا اور اس کے اندر یکجہتی پیدا کی۔ اردو کو ہم



نے ابھی تک صرف اپنی سیاسی اور معاشرتی زندگی تک محدود رکھا ہے۔ (صلاح الدین، ۱۹۸۸) اگر اس قوت و کارگزاری کا جو مختلف تحریکوں کے دوران ہمارے سامنے آتی رہی ہیں، اسے ہم انتظامیہ، عدلیہ، متفندہ، مسلح افواج، صنعتی، مالیاتی و کاروباری اداروں کی زبان بھی بنا دیں تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قومی یکجہتی کے نقطہ نظر سے یہ کتنا عظیم انقلاب برپا کر سکتی ہے۔

### اُردو بحیثیت قومی زبان کی اہمیت و افادیت:

ہر قوم کو اپنی زبان بے حد عزیز ہوتی ہے۔ قومی زبان کی اہمیت قوموں کی زندگی میں، بقول ڈاکٹر اسلم فرخی "قوموں کی زندگی میں قومی زبان کی وہی حیثیت ہے جو ہماری زندگی میں ہوا اور پانی کی ہے، قومی زبان کے بغیر کسی قوم کا تصور ایسا ہی ہے جیسے روح کے بغیر جسم۔" (فرخی، ۱۹۸۶) زبان ہی کسی قوم کی زندگی یاروح کی حیثیت رکھتی ہے، قوموں کی تاریخ سے قوموں کی زندگی میں قومی زبان کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کسی قوم نے دوسری قوم پر فتح حاصل کی تو اسے مغلوب اور زیر کرنے کے لیے سب سے پہلے اس نے مفتوح قوم کی زبان کو مٹانے کی کوشش کی۔

جنگ عظیم دوم میں جاپان کو شکست ہوئی تو شہنشاہ جاپان نے فاتح امریکی جرنیل سے صرف ایک ہی درخواست کی کہ اس کے ملک میں ذریعہ تعلیم جاپانی زبان ہی کو رہنے دیا جائے۔ اس طرح انہوں نے نہ صرف اپنے قومی تشخص کو محفوظ رکھا بلکہ زبردست ترقی سے بھی ہمکنار ہوئے۔ (زریر، ۲۰۰۹) جاپان بعض ٹیکنیکل شعبوں میں امریکہ سے بازی لے گیا، چین نے ۱۹۴۹ء میں آزادی حاصل کی آج اس کا شمار ترقی یافتہ قوموں میں ہوتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آزادی کے پہلے ہی سال چینی زبان کو سرکاری درجہ دے دیا گیا چین کی ساری ٹیکنالوجی چینی زبان میں ہے، باوجود اس کے کہ چینی رسم الخط دنیا بھر میں مشکل ترین ہے۔

بھارت اگست ۱۹۴۷ء کو آزاد ہوا تھا، تقریباً ۷۹ ماہیں اور ۴۴۵ بولیوں کے اس ملک میں ہندی بالکل مختلف ہے، لیکن آزادی کے بعد جلد ہی ہندی کو سرکاری و دفتری زبان بنا دیا گیا۔ انڈونیشیا میں دو سو (۲۰۰) سے زائد زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن آزادی کے فوراً بعد جاوانی زبان کو سرکاری و دفتری زبان بنا دیا گیا۔ الجزائر میں فرانسیسیوں کو قومی زبان کی حیثیت سے راج کرنا چاہا لیکن کوشش کے باوجود فرانسیسی کامیاب نہ ہو سکے کیوں کہ الجزائر کے باشندوں نے اپنے قومی تشخص کا بھرپور تحفظ کیا اور عربی زبان کی قومی حیثیت برقرار رہی۔ مصر، سوڈان نے برطانیہ سے آزادی کے بعد انگریزی کے بجائے عربی کو سرکاری زبان بنایا۔ ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش بننے کے بعد بنگالی (بنگلہ) زبان کو فوری طور پر سرکاری و دفتری زبان بنا دیا گیا۔ فرانس، کوریا، جرمنی میں بھی قومی زبانیں سرکاری و دفتری زبانیں ہیں۔ (زریر، ۲۰۰۹) قوم، قومی زبان سے ہے اور قومی زبان قوم سے ہے۔ قومی زبان سے الگ کوئی چیز نہیں ہوتی بلکہ اس کی جڑیں قوم کے دل و دماغ اور وجود میں پھیلتی ہوتی ہیں۔ اُردو کو ہم نے ایک زندہ حقیقت کے طور پر قبول کیا ہے، قوموں کے نظریے کو اپناتے ہوئے ہم نے پاکستان کے لیے زبان کے مسئلے کو ایک جداگانہ زاویے سے دیکھا ہمارے لیے اُردو زبان ملی افکار کی ترویج کا ذریعہ اور پاک و ہند کے مسلمانوں میں اسلامی تعلیمات کی ترقی کا ایک بڑا وسیلہ تھی۔ اُردو زبان کی اس سیاسی حیثیت میں اور مغرب کے لسانی وحدت کے تصور میں فرق ہے۔ اُردو کو قومی زبان قرار دے کر مغرب کا تصور قومیت کو راج کرنا ملی عزائم کے بالکل خلاف ہو گا۔

"اُردو کو بحیثیت قومی زبان ہمیں جو درجہ دیتا ہے اس میں اُردو کی حیثیت ایک ایسی قومی زبان کی ہے، جس میں مسلمانوں کا پیشتر علمی اور فکری سرمایہ محفوظ ہے جس ملک میں اسلام پہنچا وہاں کاروباری، معاشرتی، دفتری، تعلیمی اور ادبی مسائل میں قومی زبانوں کو اہمیت دی گئی۔" (قریشی، ۱۹۶۵) اُردو



اور علاقائی زبانوں کا آپس میں کوئی مقابلہ نہیں بلکہ یہ زبانیں ایک دوسرے کی معاون و مددگار ہیں۔ قومی زبان کا دائرہ علاقائی زبان کے مقابلے میں وسیع ہے اور اردو کی ترقی کے ساتھ ساتھ علاقائی زبانیں بھی ترقی کر رہی ہیں، کیوں کہ علاقائی اور اردو دونوں کی گرامر، لسانی خاندان، رسم الخط، حروف تہجی ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں۔

علاقائی اور اردو زبانیں صدیوں سے ایک دوسرے کے الفاظ استعمال کر رہی ہیں۔ اردو سے تراکیب، جدید اصطلاحات اور اظہار کے طریقے علاقائی زبانوں میں منتقل ہوتے رہے ہیں۔ (زرین، ۲۰۰۹) علاقائی زبانیں بولنے والے اردو کو باآسانی سمجھ لیتے ہیں اور بولنے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوتی۔ دراصل قوم کے مزاج کا آئینہ قومی زبان ہوتی ہے۔ اردو ہماری قومی ضرورت کے تحت وجود میں آئی اور اس کا وجود ہماری قومی ضرورت ہے۔

### اردو پاکستان کی شناخت ہے:

قوموں کی نشوونما اور شناخت میں زبان کی بڑی اہمیت ہے۔ بقول عکسی مفتی: "میں بچپن ہی سے انگریزی پڑھتا اور لکھتا آیا ہوں لیکن آج تک اس زبان کی اجنبیت نہیں گئی۔" (مفتی، ۲۰۱۳) دنیا کی تاریخ میں مہذب اور ترقی کرنے والے اقوام نے کوئی جنگ ثقافتوں اور زبانوں کے ہتھیار سے نہیں لڑی۔ یورپ کی جمہوریت نے دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے علم و ادب، زبان و ثقافت کو سیاسی بساط کا مہر اکبھی نہیں بننے دیا کیونکہ زبانیں اور ثقافتیں تو محبت و بھائی چارے کا پیغام دیتی ہیں۔ پاکستان کی تمام علاقائی زبانیں محترم ہیں ان کو اپنے اپنے علاقوں میں استعمال کا موقع ضرور ملنا چاہیے۔ اردو پاکستان کی کسی علاقے کی مادری زبان نہیں لیکن اس کے باوجود پورے برصغیر، افریقہ اور تیسری دنیا میں موجود ہے اور ایک بڑی عالمی زبان بن گئی ہے۔ (صدیقی، ۱۹۸۸) اسلام کے بعد پاکستانی قومیت کا دوسرا سب سے بڑا اور اہم ترین ستون اردو زبان ہے، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اپنے ایک خط میں بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق کو لکھتے ہیں: "میری لسانی عصیت، دینی عصیت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔" (یوسف، ۲۰۰۰) تقسیم پاک و ہند سے پہلے مسلمانان ہند اور تقسیم کے بعد باشندگان پاکستان کے لیے ایک مشترکہ زبان کا مسئلہ بہت اہم رہا ہے۔ اس کی تاریخ جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان کا مقابلہ کئی زبانوں سے ہو چکا ہے اور ان مقابلوں میں کس طرح سرخرو ہوئی ہے اس کے علاوہ اردو زبان ہمیشہ کس قدر مقبول عام رہی ہے۔

ہندوستان میں سب سے پہلے زبان کا مسئلہ انگریزوں کے تسلط سے اٹھاجا انہوں نے ۱۸۳۷ء میں فارسی زبان کو بحیثیت سرکاری زبان کے ختم کیا تو اس کی جگہ کسی مقامی زبان کے انتخاب کرنے کی ضرورت پڑی تو اس وقت انگریزوں کو حکومت کرنے کے لیے کوئی زبان سوائے اردو کے نظر نہیں آئی چنانچہ انہوں نے ۱۸۳۹ء میں اردو ہی کو سرکاری زبان چن لیا۔ اس کے بعد دوبارہ ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد اردو ہی کا انتخاب کیا گیا۔ سر سید احمد خان نے لندن سے جو خط ۱۸۷۰ء میں نواب محسن الملک کو لکھا ہے اس سے مسلمانوں کے اردو دلی تعلق کا حال معلوم ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں۔ کہ "ایک اور خبر ملی ہے جس کا مجھے کمال رنج ہے کہ بابو پرشاد کی تحریک سے عموماً ہندو لوگوں کے دل میں جوش آیا ہے کہ زبان اردو اور خط فارسی جو مسلمانوں کی نشانی ہے، منادیں۔" قیام پاکستان کے بعد یہاں کے مسلمانوں کے درمیان اردو زبان کی ہر دلعزیزی میں رخنہ پڑ گیا۔ سب سے پہلے مشرقی پاکستان میں بنگالی بولنے والوں نے اردو زبان کی مخالفت کی۔ یہاں تک کہ خود قائد اعظم کے حکم یا مشورہ کو بھی نظر انداز کر دیا گیا۔ جو لوگ زبان کے مسئلے کو دور سے دیکھتے ہیں وہ یا تو اس انقلاب پر تعجب کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ مقامی زبان کو اردو زبان سے جو ایک لحاظ سے غیر زبان تھی دیا نہیں جاسکتا تھا۔ اس لیے بنگالی بولنے والوں کی طرف سے اس کی مخالفت ایک قدرتی امر تھا لیکن مشرقی پاکستان میں اصل مسئلہ زبان سے زیادہ اقتصادی تھا اور



اس کو احساس خودداری کی لگائی ہوئی چنگاری نے شعلہ بنا دیا تھا۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں بنگالی اردو کی حامی تھے اور ان میں بہت سے اردو کے اچھے اچھے شاعر اور نثر نگار بھی تھے لیکن کوئی تیار نہیں تھا کہ رات بھر میں سرکاری زبان بدل دی جائے اور اس کے نتیجے میں وہ کروڑوں انسان جو اردو پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے یکسر ناخواندہ بن جائیں۔ نوکریاں ان سے دور ہو جائیں اور زندگی کا روبرو ہاتھ سے نکل جائے لیکن اہل اقتدار کی جلد بازی نے اس نازک مسئلے کی طرف سے بے پروا کر دیا تھا کہ اردو کو ہندو مت رائج کیا جائے اور بنگالی زبان کو اس کا ہمرکاب رکھا جائے۔ (احمد، ۱۹۹۱) نتیجہ یہ ہوا کہ مشرقی پاکستان کے باشندوں نے اردو کے معاملہ میں اپنی ذلت اور نقصان دیکھا۔ طریقہ امراء کی غلط کاری نے اردو زبان سے دشمنی کا بازار گرم کر دیا اس کے ساتھ سیاسی محرمیوں کا احساس پیدا ہوا اور بیرونی حکومتوں کی ریشہ دانیوں نے اپنا زہر گھولا۔ اس طرح بات بڑھتی گئی اور ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان پر ہندوستان کے فوجی حملے کے بعد پاکستان کا وہ بازو ہی ٹوٹ گیا۔

۱۹۷۱ء کے سانحے کے بعد سندھ میں سندھی اردو کشش کو فروغ دیا گیا۔ خوش قسمتی سے پنجابی بمقابلہ اردو کا کوئی وجود نہیں تھا۔ حالانکہ متحدہ پاکستان میں بنگالی کے بعد پنجابی سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ مدت ہوئی پنجابیوں نے اپنی مادری زبان میں لکھنا چھوڑ دیا۔ جس کے سبب پنجابی کا وجود محض چند تعلیمی اداروں اور کچھ جرائد تک محدود ہے۔ اس کے برعکس سندھی، پشتو اور بلوچی زبان کے لکھنے والے کثیر تعداد میں ہیں۔ خاص طور سے سندھی اخبارات اور جرائد نے سندھی زبان کو توانائی عطا کی ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے سیاسی مقاصد کے لیے سندھی زبان کو قومیت کی بنیادی شرط قرار دے کر اردو کے مقابلے پر لے آئی۔ یوں سندھ کے شہری علاقوں میں لسانی تنازع نمایاں ہوا۔ اردو کو اپنی مادری زبان سمجھنے والے بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں جو سندھی کو اردو کے برابر درجہ دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ یہ کیفیت سیاسی سرپرستی کے باعث سماج، تعلیم اور روزمرہ امور میں آج بھی موجود ہے۔ سندھ کی شہری اور دیہی تفریق کا بنیادی سبب لسانی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دونوں اطراف کے سیاستدان اور دیگر شعبہ جات کی اشرافیہ اس خود ساختہ حقیقت کو سرعام تسلیم نہیں کرتے لیکن شاید ہی انہوں نے اپنے سیاست، ملازمت، کاروبار یا سوچ میں دل سے اس کیفیت کی نفی کی ہو۔ لیکن ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ سندھ کے بعد دوسرا لسانی معرکہ بلوچستان میں برپا ہے۔ جہاں افغانستان کے مہاجرین کی بھاری تعداد کے باعث بلوچ آبادی خود کو سیاسی، سماجی اور لسانی اعتبار سے محفوظ سمجھ رہی ہے۔ افغان مہاجرین کو بلوچستان میں بعض بااثر سیاستدانوں کی سرپرستی حاصل ہے۔ وفاق اس معاملے سے لاتعلقی اور بے حس دکھائی دیتا ہے۔ بلوچی اور پشتو کشش کے نتائج سیاسی ماحول کو مزید پرانگندہ کر سکتے ہیں۔ (Daily Dunya, 2015) وطن عزیز کے حالات کا تقاضا ہے کہ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخواہ میں "ماں بولی" کے نام پر سیاست کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ پاکستان میں رائج تمام زبانیں اور بولیاں ایک ہی گلدستے کا حصہ ہیں۔ یہ ہمارے آباؤ اجداد کا قیمتی ورثہ ہیں۔ جن کی حفاظت سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

سندھی ادب پہ سینار منعقدہ جام شور (۱۹۸۴ء) میں سندھ کے عظیم محقق ڈاکٹر نبی بخش بلوچ اپنے صدارتی خطبے میں پاکستانی ادب کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "پاکستانی ادب اردو اور ملک کی دوسری زبانوں کا مشترکہ سرمایہ ہے ادب کے دائرے میں پاکستان کی سب زبانیں ہماری اپنی زبانیں ہیں اس لیے فقط اردو کو قومی کہنا عقلمندی کی بات نہیں کیونکہ اسی سبب سے یہ اثر پختہ ہو جائے گا کہ ملک کی دوسری زبانوں کے ادب کو قومی ادب نہیں سمجھا جاتا اس سوچ کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ اردو ملک کی دوسری زبانوں سے نفسیاتی طور پر الگ ہوتی رہے گی۔ پاکستانی ادب ملک کی جملہ زبانوں کا مشترکہ خزانہ ہے اگر ہم خلوص دل سے وطن دوست بن کر لسانی برادری اور رواداری کے اس نظریہ پر عمل کریں گے اور اس کو آگے بڑھائیں گے تو ملک کی جملہ زبانوں کے ادب کو پاکستانی ادب کے دائرے میں ایک قابل فخر مقام حاصل ہو گا۔" (Khyaban, 2007) پاکستان کے



صوبے بحیثیت مجموعی ایک جان ہیں۔ جس طرح انسانی بدن میں مختلف حصے ہیں اور ہر حصے کی اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے ہر حصہ اپنا اپنا کردار ادا کر کے ہی ایک جسم کی نشوونما کرتے ہیں۔ پاکستان میں مختلف زبانوں اور ثقافتوں کے باوجود اردو زبان نہ صرف ثقافتی اور سیاسی معاملات میں بلکہ قومی یکجہتی میں بھی اہم کردار کی حامل ہے اور قومی یکجہتی ایک ایسی طاقت ہے جس میں ہمہ قسم کی ترقی مضمر و پوشیدہ ہے۔ اسی طاقت سے پاکستان کا چہرہ روشن نظر آتا ہے اور پورے عالم میں ہماری شناخت بنتی ہے اس کے بغیر ملک و قوم ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتی۔

### محاصل:

پاکستان کے کسی بھی خطے کے لوگوں کی مادری زبان نہ ہونے کے باوجود اردو کو پاکستان کی قومی زبان ہونے کا اعزاز اس لیے حاصل ہے کہ ہمارے آباء و اجداد نے قومی آزادی میں اردو زبان کو مؤثر ترین ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تھا۔ ہمارے قومی آزادی کے زعماء نے اپنی آواز کو اردو زبان کے قالب میں ڈھال کر مسلمانانہ ہند کے دلوں میں جذبہ آزادی کی حرکت و حرارت بھری تھی تب کہیں جا کر برطانوی سرکار نے مسلمان عوام کی اجتماعی قوت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوئی تھی۔

من حیثیت القوم، ہم جب تک قومی زبان اردو کے معاملے میں بالا پیش کردہ حقائق کا ادراک نہیں کر لیتے، بلکہ ان کی اہمیت سے نئی نسل کے قلب کو گرمانہیں لیتے، اس وقت تک قومی اہمیت کے کسی بھی اہم کام کو متفقہ طور پر انجام دینے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ ہماری بیوروکریسی، ارباب اختیار اس سچائی کو صدق دل سے کیوں تسلیم نہیں کر لیتے کہ قومی زبان کا احترام اور اس کا رواج و نفاذ ہی ہمارے ملکی معاملات میں ہر حوالے سے مددگار ثابت ہو سکتا ہے، جس طرح ۱۹۴۳ء کے آئین کے تحت اردو کو اس کی قیام پاکستان تک کی خدمات کے اعتراف میں قومی زبان کا درجہ عطا کیا گیا اسی طرح مملکت میں ہر سطح پر قومی زبان اردو کے رواج و نفاذ کے لیے بھی اقدامات کی ضرورت ہے۔ یہ مطالبہ انہونی بات نہیں ہے ہم سے پہلے اور ہمارے بعد آزادی حاصل کرنے والے اکثر ممالک، بالخصوص فرانس، چین، جاپان، نے فی الفور اپنی قومی زبان کو کم وقت میں ترقی و فروغ دیا اور اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں سے وہ ترقی یافتہ ممالک کی صفوں میں کھڑے ہیں۔

تاریخ پر غور کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ انگریزوں نے مذہب اور زبانوں سے کھلواڑ کیا۔ قیام پاکستان کے بعد ہمارے حکمران طبقات نے بھی اسی کھیل کو آگے بڑھایا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جدید ممالک میں زبانوں اور مذہب سے وابستہ مسائل کو حل کرتے ہوئے قومی تعمیر نو کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ مادری زبان و رابطے کی زبان کی تکرار اور انگریزی کو دفتری زبان نے ہمیں تعصب اور تفاخر کی کھائیوں میں گرا دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ زبانوں، لہجوں اور رسم الخط کی بحث کو طے کرنے کے لیے ایک کمیشن بنایا جائے جو یہ فیصلہ کرے کہ ملک میں کتنی زبانیں بولی جاتی ہیں اور ان کے بولنے والوں کی تعداد کیا ہے؟ اس کے مطابق وفاقی سطح پر ریاست ثقافتی رنگارنگی کی پالیسی کو اپنائے تاکہ نفرت کی سیاست کے خاتمے کو ممکن بنایا جاسکے۔ زبانیں اور ثقافتیں کوئی جامد شے نہیں بلکہ یہ تو چلتے پانیوں کی طرح موج مستی سے لبریز رہتی ہیں، ہر نئی چیز کو جذب بھی کرتی ہیں اور بعض اوقات بوسیدہ چیزوں کو اگل بھی دیتی ہیں۔ آج کے پاکستانی نوجوانوں کو ہم جس قدر جلد ان مخصوصوں سے نکال دیں تو "ستاروں سے آگے جہاں" یہ خود ہی ڈھونڈ لیں گے۔

قومی یکجہتی میں بحیثیت قومی زبان ایک ہی زبان اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ ملک و ملت کی ہم آہنگی و بھائی چارگی اردو زبان کی صورت میں بلاشبہ اہمیت کی حامل ہے۔ اردو ایسی زبان ہے کہ پورے پاکستان میں ہر طرح کی خط و کتابت بھی کی جاتی ہے نیز پاکستان میں چھپنے والے اردو اخبارات کی تعداد بھی



دوسری زبانوں کے مقابلے زیادہ ہے۔ عوامی سطح کے جلسوں اور جلوسوں میں تقاریر بھی اردو میں ہوتی ہیں۔ جس سے واضح پیغام ملتا ہے کہ ملک کی سیاسی، قومی ہم آہنگی و یکجہتی میں بلاشبہ اردو زبان کے کردار سے انکار ممکن نہیں۔ پاکستان کے ارباب اختیار بھی اگر اردو زبان کو سرکاری درجہ دے کر اپنی آئینی و قومی ذمہ داری پوری کرے تو معاشرے اور قوم کو ایک لڑی میں پرویا جاسکتا ہے۔

## REFERENCES

- Abbas, Dr. Qamar; (2010). Moulvi Abdul Haq aur Qawaid nawesi. Karachi; Monthly Qaumi Zaban. Pp112
- Ahmed, Chief Justice® Qadeer Uddin; (1991). Qaoumi Zaban. Karachi; Monthly Qaoumi Zaban. Pp1
- Ahmed, Dr. Riyaz; (2013). Urdu Tadrees: Jadeed Tareeqay aur Taqazay. New Dehli; Maktaba e Jamia. Pp19,20, 23
- Akhter, Saleem; (1971). Urdu Adab ki Mukhtasar Tareekh. Lahore; Sang e Meel Publications. Pp14
- Ambreen, Dr. Shazia; (2009). Urdu Tehqeeq o tadveen ki Faiz risa Shakhsiat. Karachi; Monthly Qoumi Zaban. Pp22,23
- Baidi, Dr. K.S. Teen Hindustani Zabanain. Dehli; Anjuman Taraqqi Urdu. Pp111
- Bukhari, Sohail. Urdu Zaban ki Tareekh per aik nazar. Lahore; Monthly Adbi Dunya, Issue 5. Pp34
- Farkhi, Dr. Aslam; (1986). Qaoumo ki zindagi mai qaoumi zaban ki ehmiat. Karachi; Monthly Qaoumi Zaban. Pp14
- Fatah Puri, Dr. Farman; (1988). Urdu aur degar Pakistani Zabanain. Karachi; Monthly Qaoumi Zaban. Pp41,43,44,45
- Fauq, Dr. Hanif; (1986). Urdu Zaban ki Tehqeeq. Karachi; Monthly Qaumi Zaban. Pp12
- [http://www.bbc.com/urdu/news/ye\\_hamari\\_Urdu\\_Zaban/](http://www.bbc.com/urdu/news/ye_hamari_Urdu_Zaban/) retrieved from 31.10.2017 10:10pm
- [http://www.khayaban.uop.edu.pk/Khazain\\_2007\(17\)qoomeat\\_k4e\\_tameer.html](http://www.khayaban.uop.edu.pk/Khazain_2007(17)qoomeat_k4e_tameer.html) 21/11/2017, 11:00pm
- [http://www.nawaiwaqt.com.pk/opinions/377036/istehkam-e-Pakistan\\_aur\\_urdu\\_zaban](http://www.nawaiwaqt.com.pk/opinions/377036/istehkam-e-Pakistan_aur_urdu_zaban) retrieved from 15-Apr/2015 8:15pm
- [http://www.Roznama\\_Dunya\\_maa\\_boli\\_k\\_seyasat\\_sodagar.Saulat\\_Raza\\_Column,\\_Wednesday\\_01\\_2015\\_retrieved\\_from\\_21/11/2017,\\_11:30\\_pm](http://www.Roznama_Dunya_maa_boli_k_seyasat_sodagar.Saulat_Raza_Column,_Wednesday_01_2015_retrieved_from_21/11/2017,_11:30_pm)
- Hussain, Syed Ehtesham; (1999). Urdu Adab ki Tandeeqi Tareekh. New Dehli; Qaumi Council bra'ay Urdu Zaban. Pp8,9
- Jain, Dr. Gyan Chand; (1985). Aam Lisaniyat. New Dehli; Taraqqi Urdu Bureau. Pp 45



- Jalbi, Dr. Jameel (2008); Pakistani Culture: Qoumi Culture ki tashkeel ka masla. Islamabad; National Book Foundation. Pp 65, 66, 184, 188
- Kazmi, Prof. Hasnain; (1986). Qaoumo ki zindagi mai Qaoumi Zaban ki ahmiat. Karachi; Monthly Qaoumi Zaban. Pp10, 11, 12
- Mufti, Aksi; (2014). Pakistani Saqafat. Lahore; Al Faisal Nashiran. Pp 149
- Naimatullah, Dr. (2000). Zaban kia hy? Karachi; Monthly Qaoumi Zaban. Aug. pp87, 88
- Qureshi, Dr. Waheed; (1965). Urdu bahesiat Qaoumi Zaban. Karachi; Monthly Qaoumi Zaban. Pp11
- Qureshi, Naseem; (1969). Urdu Adab ki Tareekh. Ali Garh; Friends Book House. Pp12
- Rehman, Dr. Tariq (translation: Asghar Bashir); (2017). Lisaniyat: Aik Taaruf. Karachi; City Book Point. pp32, 42
- Sabzwari, Dr. Shaukat; (1961). Dastan e Zaban Urdu. Dehli; Chaman Book Depot. Pp20
- Sadeed, Dr. Anwer; (1991). Urdu Adab ki Mukhtasar Tareekh. Islamabad; Muqtadara Qaoumi Zaban. Pp34
- Salah Uddin, Muhammad; (1988). Qaoumi Yakjehti mai Zaban ka Kirdar. Karachi; Monthly Qaoumi Zaban. Pp73, 80
- Saleem, Ahmed; (1990). Sulagta hua Sindh. Lahore; Jang Publishers. Pp104
- Siddiqui, Riyaz; (1988). Daftari Zaban ka masla. Karachi; Monthly Qaoumi Zaban. Pp91, 92
- Yousuf, Jameel; (2000). Urdu hamari Qaoumi Shanakht hy. Karachi; Monthly Qaoumi Zaban. Pp78, 82
- Zafar ul Hasan, Dr. Muhammad; (1995). Tehreekh e Pakistan aur Urdu 1946-1947. Karachi; Monthly Qoumi Zaban. Pp44,45,48,49
- Zarren, Kehkashan; (2009) Urdu bahesiat Qaoumi Zaban. Karachi; Monthly Qaoumi Zaban. Pp37, 38, 40, 41